دادی نے کی بُنائی
اری اورلیو
مترجم
فاخر شہیر عبّاسی
تصویر
اورا ایٹن

دادی نے کی بُنائی

دادی اک دن شہر کو آئی،
چاروں طرف نظر دوڑائی۔
ایک چھڑی، ایک ہی جھولا
دو سلائیاں، اون کا گولا
ساتھ یہی بس لے کر آئی۔

پورا شہر گھوم کر دیکھا، رہنے کو پر جگہ نہ پائی

بیٹھ گئی تھک ہار کے آخر - سوج گئے تھے پاؤں اس کے

تھکے ہوئے پیروں کی خاطر اس نے دو چپلیں بنائیں،

پھولوں جیسے پھندے ڈالے، اچھی ان کی ہوئی بُنائی۔
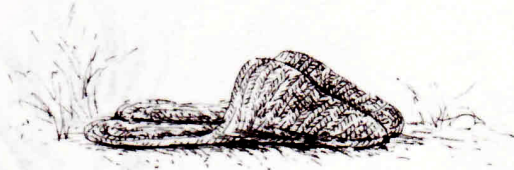
بھلا چپلیں دھول میں رہیں کیوں
ان کے لیے بنوں گی ایک چٹائی
اور بنا دادی نے ٹاٹ
بڑھے چپلوں کے بھی ٹاٹ
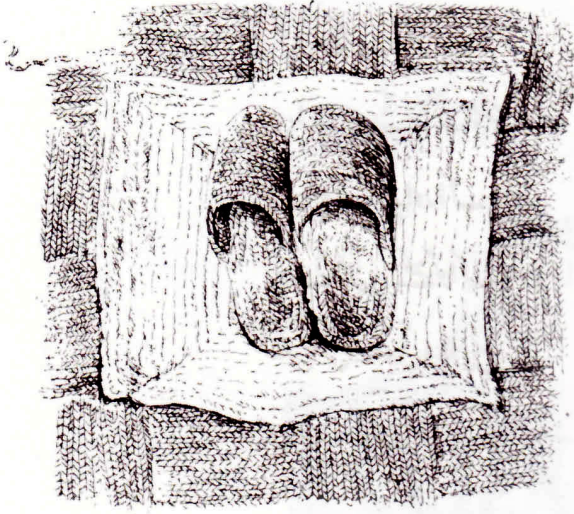
لیکن اب دادی نے سوچا
بھلا بچھاؤں کہاں چٹائی ؟
کانٹوں پر تو کبھی نہیں۔
یہ کہہ کر دادی نے جھٹ پٹ
کر ڈالی فرش کی بُنائی۔

دادی نے سوچا، ''چٹائی تو بچھاؤں گی فرش پر
رکھوں گی لیکن میں سر کس پر؟''
لگی وہ پھر سے کام پہ جا کر
بن ڈالا اس نے اک بستر،
پلنگ پوش، تکیہ اور اک چادر
کونے میں رکھنے کو اک چھوٹا سا گملا۔
لیکن کبھی نہ سوئی وہاں پر،
بن پردے اور کھڑکی کے، نیند نہ آتی تھی اسے۔
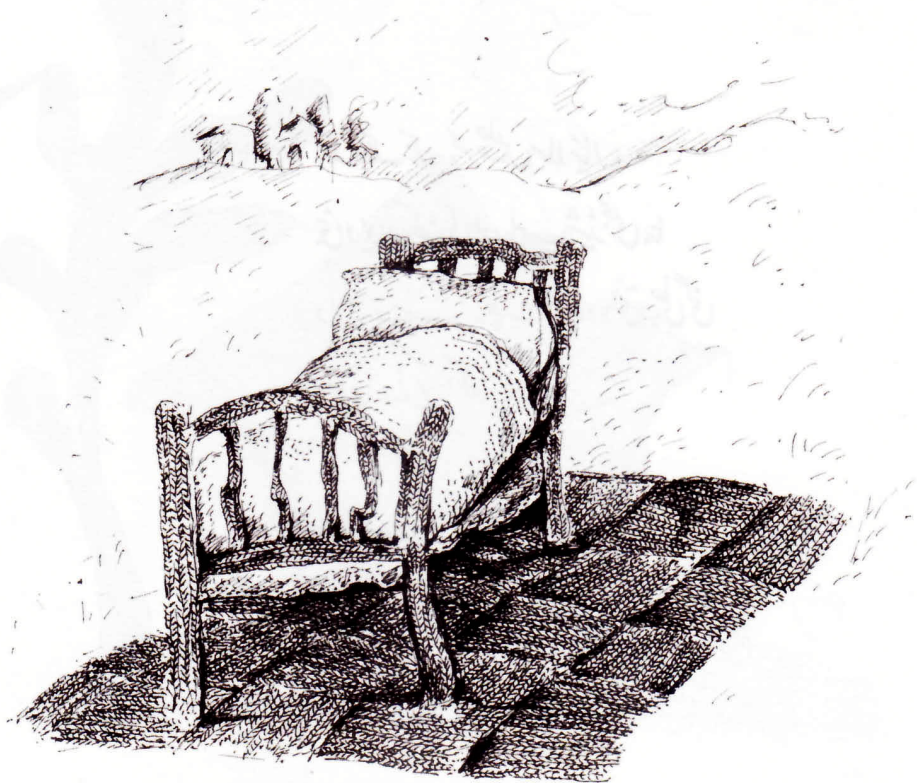
ٹک ٹک ٹک پھر چلیں سلائیاں

بنی دیوار، کھڑکی اور لیمپ شیڈ بھی بنا

دیوار سے لے کر چھت تک وہ بنتی چلی گئی

دادی نے پورا گھر بنا دیا۔

''من پسند پیالے میں میرے
جب تک تھوڑی چائے نہ ہوگی،
اٹھنے کا تو من ہی نہ ہوگا''
بن ڈالی اس نے اک کیتلی،
پلیٹیں اور کیک بھی بُنا
پھر بُنے چائے کے ننھے تین پیالے۔

لیکن اس کو یہ بھی پتہ تھا،
گھر میں چاہئے علاوہ اپنے اور بھی کوئی،
ورنہ لگے لگا گھر تنہا تنہا۔

دادی نے پھر سے کی شروع بنائی،
نئے جوش اور لگن کے ساتھ۔
اک پوتی اور اک پوتا، دونوں ہی بے حد پیارے!
دونوں شیطاں، چنچل اور بے من۔
کیسے انوکھے تھے وہ دونوں،
پورے شرارتی اور خوبصورت، کسی تصویر کی طرح۔
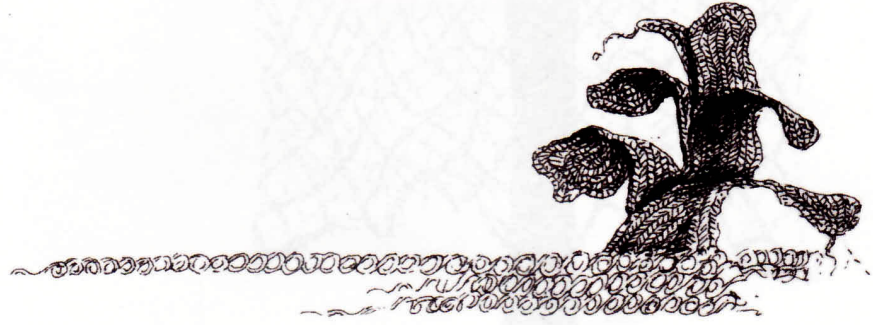
بچے شرارتی گھنٹوں کھیلتے تھے۔
اور ادھیڑتے بُنے ہوئے پھولوں کے دھاگے۔
لڑکے نے بہن کا پکڑا دایاں ہاتھ،
اور دھاگے کو کس کے کھینچا، تو وہ چلائی۔
لیکن پھر اس نے بھی کان پکڑ بھائی کا
کھولنی شروع کر دی پیچھے کی سلائی!

باہر بُنے پھول اور پودے،

اندر بُنے لکڑی کے دروازے اور کچھ کڑھائی بھی۔

بچوں کا جھولا بُن ڈالا،

اور بھی کھیل کئی طرح کے۔

لان بنا ہرا بھرا سا،

پھر ایک کمرہ چیزوں سے بھرا۔

بنیں الماریاں اور خانے، ان میں بن کر رکھے کھیل کھلونے۔

یہ سب تھا ان پیارے پیارے بچوں کے لیے۔

دادی کو بھلا اس سے کیا پریشانی ہوتی،
اس نے پھر سے اپنی سلائیاں اٹھائیں۔
ہاتھ کو پھر سے جوڑ دیا،
اور پیچھے کی سلائی کو کیا درست۔
دادی تھی ایسی ہی چست۔

کالے اون سے اس نے پھر جاڑے کی ایک رات بُنی،
بچوں کو اندر کر کے روشنی بجھا دی۔
نرم گرم بستر پہ ان کو سلا کر،
اس نے پھر اپنی سلائیاں نکالیں اور اون بھی لیا۔
سپنے بُنے میٹھے اور ہلکے،
جو تھے بالکل ہی انوکھے۔
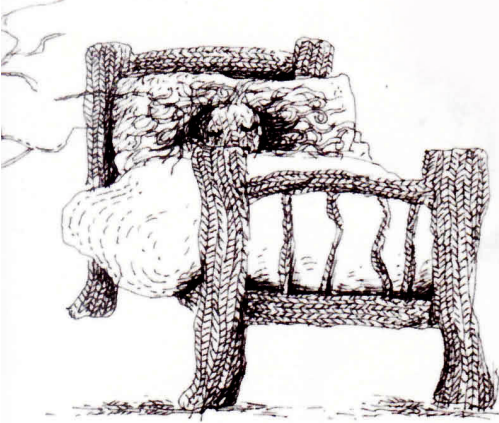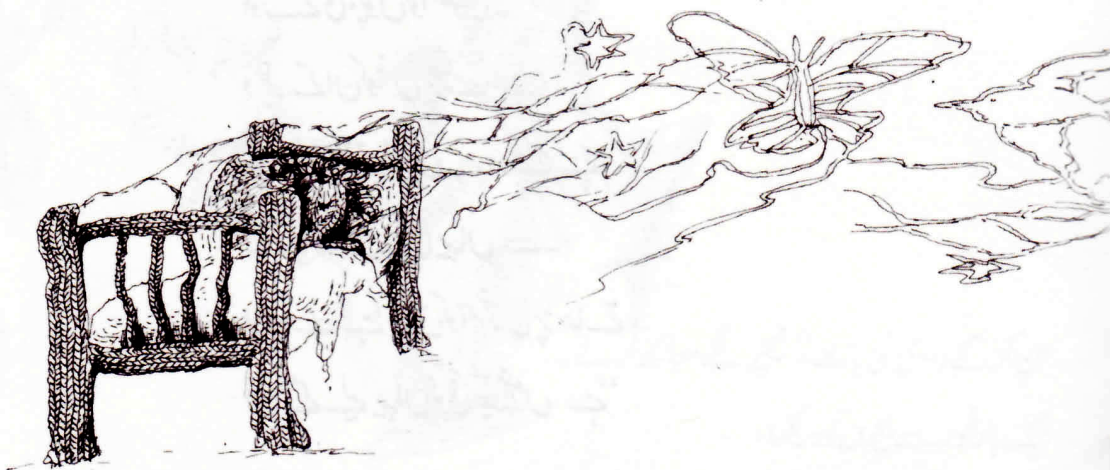
اگلے دن صبح، اس نے بنی ایک کتاب،

اور لے گئی بچوں کو اسکول۔

دیکھ کے ان کو ہنس پڑے سب،

ٹیچر بولے ''یہ تو ہیں بُنے ہوئے بچے،

لے جاؤ انھیں ابھی یہاں سے۔

اون سے بنے بچوں کو ہم نہیں پڑھاتے،

ان کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے''

سن کر کے دادی کی بات، ٹیچر لگے معائنہ کرنے۔

ایک بار غور سے بچوں کو دیکھا،

لیکن پھر بولے ناک چڑھا کر۔

"اون سے بنے ہوئے بچے،

اور ہمارے اسکول میں؟

یہ تو ہاتھ سے بنے بچے ہیں،

انھیں داخلہ نہیں مل سکتا؟"

دادی کو پھر آیا غصہ، لیکن اس نے ہار نہ مانی،
اس نے اپنا اون نکالا اور پھر کچھ بننے کی ٹھانی،
بُنی ایک کار، جس کے تھے دروازے ٹیڑھے،
اور اونی فرش پر بُنے اس نے پیلے سے دھاگے۔

دادی بولی "یہ ٹھیک نہیں ہے،

یہ ہیں اتنے پیارے بچے، اور بہت ہوشیار۔

انھیں یہاں سے مت بھگاؤ،

ان کو ایک موقع تو دو، پھر تو خود ان کو انعام بھی دو گے۔

ان کو اسکول میں داخل کرلو

اس میں ان کا کیا قصور ہے اگر یہ بنے ہوئے ہیں۔"
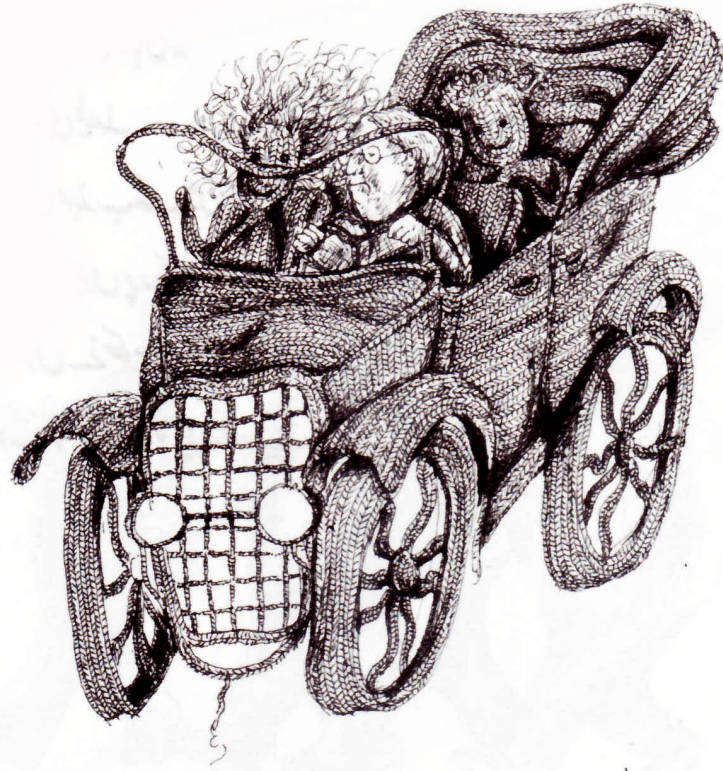
چل پڑی وہ میئر کے دفتر کی طرف،

یہ تو زیادتی ہے، وہ شکایت کرے گی ضرور!

ہوئی اس کے معاملے کی سنوائی،
لیکن میئر اور دوسرے ممبروں نے،
ٹھکرادی اس کی دہائی۔
آخر ہوا یہی فیصلہ
"کسی بھی مہذب ملک میں
بُنے ہوئے بچوں پر روک لگانی چاہیے!"
بھیجا انھوں نے حکومت کو ایک تار،
چل دیے پھر کھانے کو کیک اور پینے چائے۔

بات ہے یہ قطعی غیر قانونی،
ہے کتنی بے وقوف نگر پالیکا۔
دادی کو تھی یہ حیرانی!
اس نے پکڑیں پھر سلائیاں،
موٹے اون سے پھر بن ڈالا، اس نے ایک ہیلی کاپٹر
صدرِ مملکت سے ملنے کو، جا بیٹھی پھر اس کے اندر!

صدر نے لی ایک لمبی سانس،
بلائے گئے سبھی منتری۔
بچوں سے پوچھے کئی سوال،
ہوا یہی فیصلہ لیکن،
اون سے بنے ہوئے بچوں کو،
اسکول بھیجنا ممکن نہیں!
میئر اور ٹیچروں نے بھی،
نہیں کی تھی کوئی بھول!
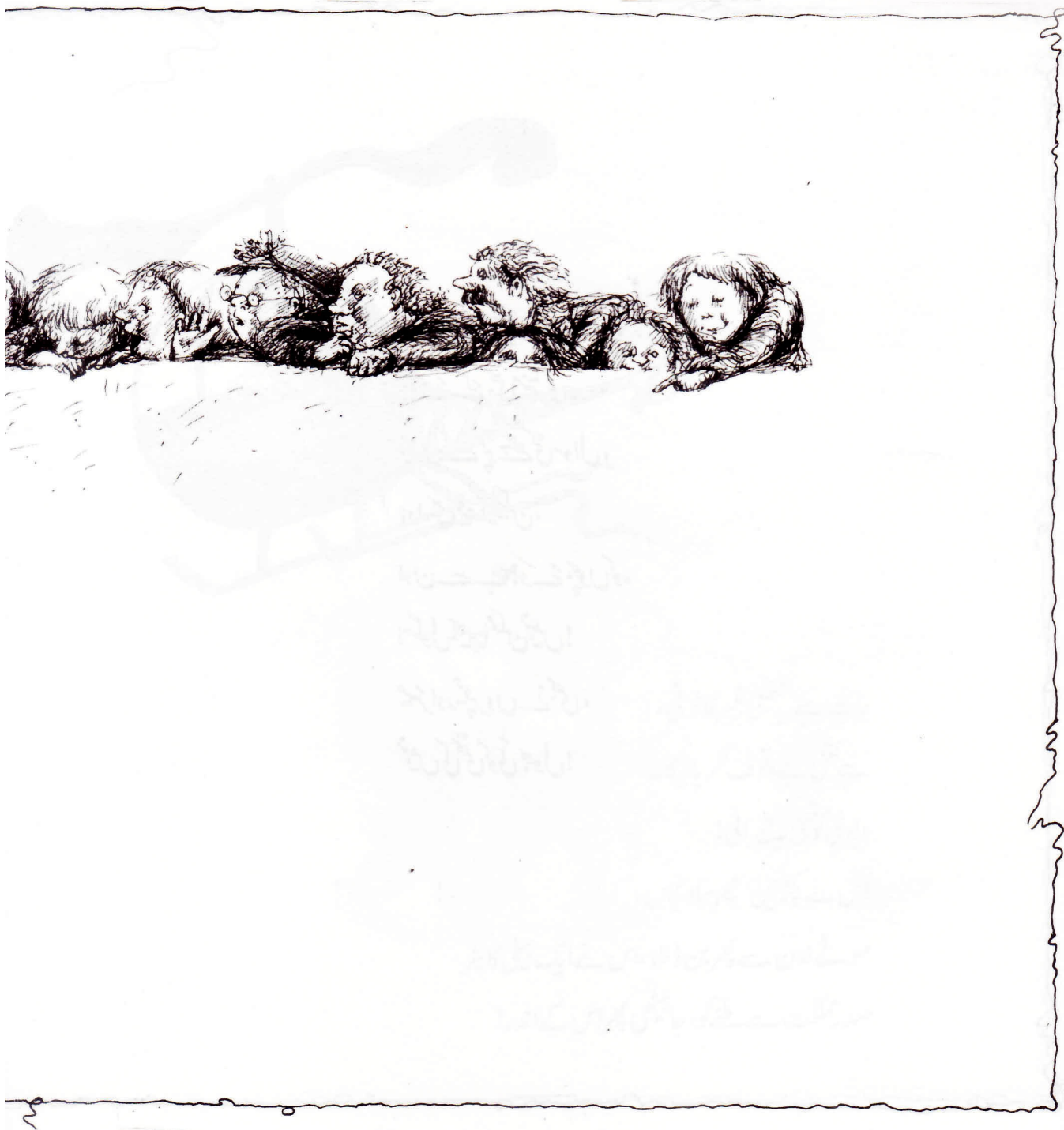
دادی کے اس گھر کی چرچا،
پھیل گئی تھی چاروں اور،
مچا ہوا تھا اس کا شور۔
ایسے عجیب گھر کو دیکھنے،
دور دور سے آئے لوگ۔

میئر اور ممبر سارے،
لگے جھومنے خوشی کے مارے،
یہ گھر نکلا بڑا قیمتی!
''اس کو تو ہم دیں گے گھیر،
دیکھ بھال دن رات کریں گے۔
نہیں کریں گے اس میں دیر۔''
بنوائیں پھر چار دیواری،
پھولوں اور جھاڑوں کی خاطر،
رکھے گئے کچھ پہرے دار۔
ایسا سجا سجایا گھر تو،
پوری دنیا میں نہیں مل سکتا تھا۔

دیکھ کے باڑ اور پہرا کڑا،
دادی کو آیا غصہ بڑا!
سوتی تھی جب رات کو دنیا،
دادی نے گھر کو آ جکڑا۔
اسے ہلا کر کھول کھال کر،
مٹا دیا سارا ہی جھگڑا۔

کھل گئے پھول، باڑ، دروازے،
اُونی فرش کو بھی نہ چھوڑا۔
ہٹا دیا سب ایک جھٹکے میں،
اس نے کچھ باقی نہ چھوڑا۔

تیز تیز سلائیاں بجا کر کٹ کٹ،

دادی نے کیا یہ طے،

یہاں کبھی اپنا چہرہ نہیں دکھائے گی۔

کیک، کپ، بستر و چٹائی،

ہو گئے غائب ایک پل میں سب!

ڈھا دیا جب دادی نے مکان اپنا،

پھر کھول ڈالا پوتی اور پوتے کو بھی،

اٹھائی اپنی سلائیاں، اون اور چھڑی،

اور کبھی نہ لوٹنے کو وہاں، دادی چل پڑی۔

لیکن جلد ہی وہ کوئی نئی جگہ ڈھونڈ لے گی،
اور بُنتی تھی جیسے وہ پھر سے بُنے گی
پہلے بُنے گی اپنے پوتا اور پوتی،
ہنسیں گے وہ، کھیلیں گے اور شور مچائیں گے۔
وہ جو بھی چاہیں گے، دادی بُنے گی۔
ان کی ہر اک بات کو وہ خوش ہو کے سنے گی۔
اور لوگ وہاں پر ہوں گے بھلے سارے،
اون کے بُنے بچے لگیں گے انھیں پیارے۔
پھر دادی کو رہے گا نہ کوئی ملال۔
بیٹھے گی پیار سے وہیں ڈیرا ڈال،
بُنے گی اور بُنے گی بس بُنتی ہی جائے گی...